عنایت اللہ: شخصیت اور صحافتی اختراعات کا اجمالی جائزہ

سلیم اللہ، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، سرحدیونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور
پروفیسر ڈاکٹر محمد احسان الحق، شعبہ اُردو، سرحدیونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ABSTRACT:

Inayatullah [1920-1999] was a veteran of the Second World War, belonging to family of writers and editors. After retirement from Pakistan Air Force, he edited renowned national magazine 'Saiyara Digest', and soon launched his own magazine 'Hikayat'. In Urdu journalism and popular literature, 'Hikayat', and the series published in it, that later separately published as books is considered a landmark of our culture scene of 70s and 80s. He formed new trends in journalism, narrated reality in his writings and the incidents he witnessed himself and never tried to quote fictitious stories for creating suspense and interest for the reader. His articles contained Islamic history, stories of bravery & sacrifices of Pak Army and motivation for young generation for which he utilized the platform of journalism as tool to revive Islamic spirit and guidance in youth. This short article is an effort to outline the evolution of Inayatullah's personal and intellectual development and contributions to Urdu literature and journalism.

کلیدی الفاظ: جنگ آزادی، سلطنتِ برطانیہ، عالم گیر جنگ، سیارہ ڈائجسٹ، الہلال، ماہنامہ حکایت، پاک فوج، حب وطن، جرم و سزا کی کہانیاں، جنگی کہانیاں، تاریخی کہانیاں، معاشرتی کہانیاں، صحافتی اختراعات۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی برطانوی حکومت کے لیے شدید حیرت کا باعث تھی۔ برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کی جانے والی انگریزوں کی تحریروں سے برطانیہ میں عمومی تاثر یہ تھا کہ ہندوستان کے عوام کے لیے برطانیہ تمام خوبیوں کا منبع ہے۔ وہ ملکہ برطانیہ کی قدر کرتے ہیں اور ان کی آمد سے ہندوستان کو علمی شعور اور جدید سیاسیات سے آگاہی ملی۔ اچانک اتنے بڑے پیمانے پر، اپنی ہی فوج کے مقامی سپاہیوں کا اسلحہ اٹھانا اور انگریزوں کو قتل کرنا ان کے لیے ناقابل فہم صدمہ تھا۔ ان غلط فہمیوں کے ازالے اور درست حقائق کو جاننے کے لیے انگریزوں نے بھرپور توجہ دی۔ سرسید احمد خان کی "اسباب

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

بغاوت ہند" اس سلسلے میں بلاشبہ انگریزوں کے لیے فوری طور پر دستیاب تجزیات میں، اہم دستاویز ثابت ہوئی۔ تاہم عسکری شعبے میں برطانیہ نے ۱۸۵۷ء کے بعد فوراً بے رحم انتقام کی پالیسی پر عمل کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان تمام وجوہات کے خاتمے کی بھی کوشش کی جو مستقبل میں ایسے کسی سانحہ کا سبب بن سکیں۔ اس حوالے سے ایک بنیادی قدم یہ تھا کہ سلطنت برطانیہ نے جنوبی ہند کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہوئے، یہ حکمت عملی اختیار کی کہ اب فوج کی بھرتی شمالی ہند کے ان علاقوں سے کی جائے جہاں ذرائع آمدن مفقود ہوں اور کوئی فوجی تنظیم موجود نہ ہو۔ انھوں نے اس منصوبے کو عملی شکل دی۔ اس ضمن میں سید حسین سہروردی شہید لکھتے ہیں: "اس پالیسی کے تحت پنجاب، بالخصوص پوٹھوہار اور خیبر پختونخوا سے ہی اگلے نوے برس تک فوج کی زیادہ بھرتی کی گئی" [۱]

یوں ایک طرف اپنی وفادار فوج بنانے کے لیے ایک نئے خطے کو چنا گیا تو دوسری طرف سلطنت برطانیہ کے ممکنہ حریف، روس کے خلاف مزاحمت کی پیش بندی کی گئی۔ اپنے مقاصد میں کامیابی کے حصول کے لیے برطانیہ نے ان علاقوں میں سڑکوں، ریل اور دیگر بنیادی ڈھانچے کا جال بچھا دیا۔ یوں، وہ مسلمان جو باقی ہندوستان میں انگریزوں کی نظر میں مشکوک اور ناپسندیدہ تھے اور کسی بھی سرکاری ملازمت کے لیے اہل نہ تھے، یہ پالیسی ان علاقوں میں بالکل اُلٹ تھی۔ یہاں کے مسلمانوں کو فوج اور دیگر برطانوی دفاتر میں رغبت سے کھپایا جاتا۔

یہ پس منظر اور برطانیہ کی نئی پالیسی ایسے محرکات تھے جن کے دور رس اثرات برطانوی ہند کے کئی شعبوں پر مرتب ہوئے۔ عنایت اللہ کی زندگی، خاندان اور ان کی صحافتی و ادبی تحریروں پر اس پالیسی کا گہرا اثر پڑا۔ انگریزوں نے شمالی ہند یعنی پنجاب اور خیبر پختونخوا سے فوج کی بھرتی شروع کی اور یہاں کے مسلمانوں کو ہندوستان کے دیگر خطوں کے مسلمانوں پر ترجیح دی جس کا مثبت اثر پورے خطے پر پڑا۔

عنایت اللہ کا خاندان، خطہ پوٹھوہار کے مشہور علاقے، گوجر خان سے تعلق رکھتا تھا۔ جس وقت عنایت اللہ نے آنکھ کھولی، یہاں ہر گھر میں سپاہی اور ہر قبرستان میں شہد کی لحد پائی جاتی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد، اولین نشان حیدر کا اعزاز حاصل کرنے والے، محمد سرور شہید کا تعلق بھی اسی گوجر خان سے ہے۔ عنایت اللہ کے والد برطانوی عہد کے اہم ادارے، ڈاکخانے میں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر تھے۔ یہ محکمہ اس عہد میں چند اہم سرکاری اداروں میں شمار ہوتا تھا، اور یہ وہ زمانہ تھا کہ سرکاری اداروں میں تمام بڑے عہدے انگریزوں کے پاس ہوتے تھے۔ اس عہد میں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کے عہدے تک

خیابان بہار ۲۰۲۲ء

پہنچنا یقیناً عنایت اللہ کے والد کی قابلیت، محنت اور دیانت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ خاندان تعلیم کی نعمت سے مالا مال ہونے کے باعث ہمہ خانہ آفتاب کہلایا جاسکتا ہے۔ عنایت اللہ کے بڑے بھائی خورشید عالم، دہلی سیکرٹریٹ میں ملازم تھے۔ یہ وہی خورشید عالم ہیں جنہیں قائد اعظم محمد علی جناح کا اعتماد حاصل تھا۔ خورشید عالم کی برصغیر کی سیاست پر گہری نظر تھی، اور ان معدود سرکاری ملازمین میں سے تھے جو دہلی کی سیاست کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست اور اس کے رجحانات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس طرح عنایت اللہ کے دوسرے بھائی، محمد یونس، اسلامیہ ہائی اسکول گوجرانہ میں مدرس تھے۔ اس حوالے سے عنایت اللہ کی صاحبزادی ڈاکٹر نعمہ علی نے بتایا:

"خورشید عالم نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد، لاہور میں 'سیارہ ڈائجسٹ کی ادارت کی

اور محمد یونس ریٹائرمنٹ کے بعد 'الہلال' کے مدیر رہے" (۲)

یہ گھرانہ تعلیم یافتہ، مالی لحاظ سے آسودہ اور ذہنی ساخت کے لحاظ سے پڑھنے لکھنے کی جانب مائل افراد پر مشتمل تھا۔ ماحول اور مواقع ایسے تھے کہ عسکریت ان کے رگ و پے میں شامل تھی۔

عنایت اللہ، یکم نومبر ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گوجرانہ میں ہی حاصل کی۔ خاندانی روایات کے مطابق، انہوں نے تعلیم پر توجہ دی اور گوجرانہ سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ یہ وہ دور تھا جس میں بہت کم مسلمان طالب علم میٹرک تک تعلیم مکمل کرتے۔ میٹرک کے بعد رائل انڈین آرمی میں بطور کلرک بھرتی ہو گئے۔ پہلی عالمگیر جنگ کے بعد کی کساد بازاری اور افراط زر نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ اس حالت میں فوج کی ملازمت وہ محفوظ ترین راستہ تھا جس میں باقاعدہ اور بہتر تنخواہ ملنا یقینی تھا۔ تاہم عنایت اللہ کی بے فکری کے دن بہت تھوڑے تھے۔ فوج میں کلرک ہونے کے باوجود، دوسری عالمگیر جنگ چھڑی اور انہیں دفتر کے فائل نمٹانے کے بجائے، اسلحہ سنبھالنا پڑا۔ اس جنگ میں وہ برما کے محاذ پر تعینات کیے گئے۔ اس دوران ان کی زندگی کا بدترین دور اُس وقت شروع ہوا جب وہ جاپانی فوج کی قید میں آ گئے۔ جاپانی فوج اپنے قیدیوں کے ساتھ انسانیت سوز تشدد کے لیے مشہور تھی۔ عنایت اللہ مسلسل اس آزمائش سے بچنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہے۔ ایک دن انہیں یہ موقع ملا، اور پھر مشکلات کا وہ دور شروع ہوا کہ اگلے ڈیڑھ برس تک جنگوں بیابانوں میں جاپانی فوج کے خوفناک اور بے رحم تشدد سے بچنے کے لیے زندگی کی جدوجہد کرتے رہے۔ جنگی جانوروں، خراب موسم اور بے رحم جاسوسوں سے اس حالت میں بچنا تھا کہ جنگ کے پیش نظر چپے چپے پر جاسوسی کا جال بچھا دیا گیا تھا۔

خیابان بہار ۲۰۲۲ء

یہ تمام مشکلات اس وقت ختم ہوئیں جب وہ ۱۹۴۶ء میں وہ دوبارہ برطانوی فوج سے آن ملے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ انہیں ایک ایسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا جس سے ایک معمولی کلرک کی شخصیت سے اصول پسند اور جبری انسان اور اہل قلم پیدا ہوتا ہے۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی جاری تھی۔ برطانوی فوج کے دستے کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ عنایت اللہ بھی اس دستے کا حصہ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے چند دیگر ساتھیوں کے ہمراہ یہ کٹھن فیصلہ کر لیا کہ مسلمان بھائیوں کے خلاف اسلحہ اٹھانے کے بجائے ان کا ساتھ دینا ہی درست عمل ہے۔ لہذا وہ برطانوی فوج سے فرار ہو کر ملایا کی جنگ آزادی میں شریک ہو گئے۔

پاکستان بننے کے بعد یہ سوال ریاست کے سامنے آیا کہ انگریز فوج کے باغیوں کو اب بھی ریاست کا باغی تصور کیا جائے جو جنگ آزادی کی جدوجہد کے سپاہی تھے اور انہیں نئی مملکت میں عزت کے ساتھ واپس فوج میں شامل کر لیا جائے۔ طویل غور کے بعد ریاست پاکستان نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسے تمام فوجیوں کو پاکستان اپنا شہری تسلیم کرے اور اگر یہ افراد فوج کے ساتھ خدمات انجام دینا چاہیں تو فوجی معیارات پر پورا اترنے کی صورت میں انہیں واپس فوج میں لے لیا جائے۔ اس فیصلے نے عنایت اللہ کی واپسی اور دوبارہ ملازمت کی راہ ہموار کر دی۔ اس بارے میں عارف محمود لکھتے ہیں:

"۱۹۴۸ء میں نو برس بعد، عنایت اللہ اپنے گاؤں پہنچے۔ اسی برس انہیں پاکستان ائرن فورس میں کارل پورل کے طور پر بھرتی کر لیا گیا۔ وہ ساری زندگی اس پر نازاں رہے کہ وہ پاکستان ائرن فورس کے اس اولین دستے میں شامل ہوئے جس نے پشاور میں قائد اعظم محمد علی جناح کو سلامی پیش کی تھی" (۳)۔

ایک برس بعد، ۱۱ ستمبر ۱۹۴۹ء کو ان کا نکاح، خاندان سے باہر، لیکن خاندانی دوست کے گھر، سلمیٰ گلزار سے ہوا، جن کا تعلق انبالہ سے تھا۔ اُس زمانے میں پاکستان فضائیہ کا مرکزی دفتر پشاور میں تھا۔ اسی حوالے سے عنایت اللہ کا تعلق بھی پشاور کے ادبی و ثقافتی حلقوں سے استوار ہوا۔ اُر ہیڈ کوارٹر میں ایسے بہت سے افسر تھے جو شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے اور اس وقت وہ شہر پشاور، بالخصوص پشاور چھاؤنی میں اردو زبان و ادب کے لیے ایک تازہ جھونکا ثابت ہوئے۔ اسی زمانے میں ان کا تعلق پروفیسر شوکت واسطی سے بن چکا تھا، جو نامور شاعر، مدیر اور معلم تھے۔ اُر فورس سے سبک دوش ہونے کے بعد، عنایت اللہ نے اپنے ذاتی شوق کے لیے چند افسانے لکھے، اور ایک دوست کے کہنے پر پروفیسر شوکت واسطی کو دکھائے۔

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

اُنھوں نے نہ صرف ہمت بندھائی بل کہ اپنے جریدے ’نو بہار‘ میں شائع بھی کر دیے۔ اس حوالے سے عنایت اللہ خود کہتے ہیں:

"اُن کی حوصلہ افزائی سے میں لکھتا رہا پھر میرے افسانے مختلف پڑچوں میں چھپنے لگے اور اس طرح مجھے شہرت ملی۔ میں اس راستے صحافت میں داخل ہو گیا" (۴)۔

یوں تحریری سلسلہ چل نکلا، تو وہ اپنے بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، ’سیارہ ڈائجسٹ‘ کی ادارتی ٹیم میں شامل ہو گئے۔ اس زمانے میں ڈائجسٹ کے نام سے دو طرح کے جرائد پاکستان میں شائع ہوا کرتے تھے۔ ایک خالص تفریحی کہانیوں پر مشتمل جرائد؛ جن میں جرائم، رومان اور ہیجان خیز قصے شامل ہوتے تھے۔ یہ ڈائجسٹ ایک طرح سے تحریری فلمیں تھیں، جن کا واحد مقصد قاری کو تفریح فراہم کر کے پیسے کمانا تھا۔ جبکہ دوسرے ڈائجسٹ وہ تھے جو امریکہ کے "ریڈرز ڈائجسٹ" کی طرز پر جاری ہوئے تھے۔ ان کے مضمومات عملی زندگی سے متعلق گھر کے ہر فرد کو معلومات اور مثبت طرز عمل سکھانے والی تحاریر پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ اس روایت کا آغاز ’اردو ڈائجسٹ‘ سے ہوا، اور پھر اس کی کامیابی کے بعد، ملک کے سنجیدہ صحافیوں اور صحافتی اداروں نے مزید ایسے جرائد کا اجرا کیا جو مفید اور مثبت مضمومات پر مشتمل ہوں۔ سیارہ ڈائجسٹ بھی اس دوسری قسم سے تعلق رکھتا تھا، تاہم اس زمانے تک یہ رجحان عام تھا کہ کسی طرح امریکی جریدے "ریڈرز ڈائجسٹ" کی بہترین نقل کی جائے۔ عنایت اللہ نے سیارہ ڈائجسٹ میں یہ اُچ نکالی کہ انگریزی کہانیوں اور مضامین کے ترجمے کے بجائے، اپنے ارد گرد پھیلے معاشرے سے کہانیاں، واقعات اور مسائل کو بنیادی موضوع بنایا جائے۔ اس انفرادیت کی وجہ سے اس پرچے نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اس بابت عنایت اللہ خود کہتے ہیں: "یہ ڈائجسٹ پرچہ دیکھتے ہی دیکھتے اشاعت کے عروج پر پہنچ گیا" (۵)۔

ایوب خان کے دور حکومت میں آزادی رائے کے حوالے سے بڑی پابندی تھی اور زبان بندی عام تھی۔ اگر کوئی شخص حکومت اور معاہدہ تاشقند کے خلاف بات کرتا تو اسے گرفتار کیا جاتا۔ ان حالات میں اُنھوں نے ایک بوڑھے تانگے والے کا انٹرویو لیا اور من و عن شائع کر دیا۔ یہ تانگے والا "جیجا امر تسریا" کے نام سے مشہور تھا۔ لپٹی گہنے لٹھ گننے میں اُس نے اسی تانگے پر امر تسر سے لاہور ہجرت کی تھی۔ یہ انٹرویو عوام میں بڑا مقبول ہوا۔ اس حوالے سے پرویز اختر لکھتے ہیں:

"جیجے امر تیری نے وہ باتیں کہہ دی تھیں جو ہر پاکستانی کے سینے میں رُکی ہوئی تھیں، ایک زہریلا غبار بن گئی تھیں۔ ہر قاری نے محسوس کیا کہ یہ اُسی کا انٹرویو ہے۔ لوگوں نے تسکین سی محسوس کی" (۶)۔

اس سے کچھ ہی مہینوں میں سیارہ ڈائجسٹ کی اشاعت کئی گنا بڑھ گئی۔ اسی زمانے میں بھارت نے پاکستان پر ۱۹۶۵ء کی جنگ مسلط کر دی۔ یہ موقع گویا عنایت اللہ کے لیے زندگی بھر کی مہارتوں اور اہلیتوں کو قلم کے ذریعے ظاہر کرنے کا کھلا چیلنج تھا۔ عنایت اللہ سپاہی تھے، سپاہیوں کے دیس سے تھے، اور اہل قلم تھے۔ اس پس منظر، مقصد حیات اور تعلقات کو ملک و ملت کے بہترین مفاد میں کام میں لانے کے لیے انھوں نے ایک بالکل انوکھی راہ اختیار کی۔ وہ دو برس تک ایک ایک محاذ پر لڑنے والے سپاہی سے ملتے رہے، پاک فوج کے تعاون سے فیلڈ سروے کیے۔ اس کے نتیجے میں ان کے پاس جو معلومات جمع ہوئیں، انھوں نے جس ذاتی نکتہ نظر اور شوق سے لکھا، وہ پورے پاکستان میں ان کی پہچان کا باعث بنا۔ حب وطن اور حفاظت وطن کے جذبے سے مملو ان تحریروں کی مقبولیت ایسی تھی کہ عنایت اللہ اب پاکستان کے معروف ترین صحافیوں میں گنے جاتے تھے۔ لیکن یہ مقبولیت اور ان کا قومی جذبہ، تجارتی مفادات کے آڑے آیا۔ عنایت اللہ کی تربیت اور ذہنی افتاد ایسی تھی کہ وہ ہر موضوع پر اپنا نکتہ نظر کھل کر بیان کرنے کے عادی تھے۔ جب اس باعث سیارہ ڈائجسٹ کے تجارتی مفادات کو نقصان پہنچنے لگا تو انھیں محتاط انداز بیان اختیار کرنے کے لیے کہا گیا۔ اس پر انتظامیہ سے ایسا اختلاف ہوا کہ عنایت اللہ نے اپنا جریدہ ماہنامہ "حکایت" کے نام سے نکالنے کا ارادہ کر لیا۔ اس حوالے سے عنایت اللہ لکھتے ہیں:

"میرے لیے یہی ایک راستہ تھا کہ اپنا پرچہ نکالوں۔ اتفاق سے ڈیکلریشن مل گیا اور میں نے اللہ کے نام پر پرچہ نکالا اور سیارہ ڈائجسٹ کا تمام سٹاف میرے ساتھ ہی آگیا" (۷)

ماہنامہ "حکایت" اس حالت میں جاری کیا گیا کہ ادارتی عملہ کو تنخواہیں دینے تک کے لیے پیسے نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کام آسان کر دیے۔ "حکایت" کا پہلا شمارہ ستمبر گنگی پلٹی لُحظہ گننےء میں شائع ہوا" (۸)۔

نئے رسالے کے لیے اب نئی پالیسی بنائی گئی۔ ہر سلسلہ کے لیے تین بنیادی شرائط لازم تھیں: وہ عوام پسند ہو، قومی امنگوں کا ترجمان ہو، اور کوئی تحریر غیر دلچسپ نہ ہو۔ یوں تجسس سے بھرپور جرم و سزا کی کہانیاں، جنگی کہانیاں، تاریخی کہانیاں اور نوجوانوں کے مختلف نفسیاتی مسائل پر مستقل طور پر لکھا جانے لگا۔

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

عنایت اللہ نے جرم و سزا کی پرآسرا، ہیبت ناک اور حیرت انگیز واقعات مفصل بیان کیے ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر کئی مضامین اور کتب لکھیں۔ ان کی کتب کی اہمیت اس قدر بڑھ گئی کہ انہیں نصاب میں شامل کیا گیا۔ اس بارے میں ساجد گل اعوان کہتے ہیں: "ان کی تصنیف "دھتکارے ہوئے انسان" گھلا گئے۔ گئے گئے لفظ گئےء میں ایم اے عمرانیات کے نصاب میں شامل تھی" (۹)۔

علم نفسیات کے مطابق انسان سلیم الفطرت ہے۔ اُس کی فطرت میں بدی کی آمیزش اس دنیا میں آکر ہوتی ہے۔ یہ ان اثرات کا نتیجہ ہے جو گھر، معاشرہ اور اچھے بُرے حالات انسان پر مرتب کرتے ہیں۔ اس طرح ہر انسان کی فطرت میں مجرمانہ رجحانات موجود ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ان منفی اور تخریبی رجحانات پر غالب آجاتے ہیں اور بعض پر یہ رجحانات غالب آتے ہیں۔ معاشرے میں اسی سے نیک و بد کی تمیز ہوتی ہے۔

ہمارے ملک میں تفتیش اور سراغ رسانی کا نظام مؤثر نہیں ہے۔ مجروں، وعدہ معاف گواہوں اور ایذا رسانی کے ذریعے لیے ہوئے اقبالی بیانات کا سہارا لے کر مقدمات تیار کیے جاتے ہیں جو عدالت میں جا کر ناکام ہو جاتے ہیں۔ اگر مجرموں کو سزا ہو بھی جائے تو وہ اپیلوں میں بڑی ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں عنایت اللہ لکھتے ہیں:

"پاکستان میں جرائم کی ہوشر با بھر مار ہے۔ تھانیداروں کی کوشش ہوتی ہے کہ کیس رجسٹر ہی نہ کریں۔ اس کے علاوہ رشوت چلتی ہے۔ ملک میں جو سیاست رائج ہے یہ بھی مجرموں کا تحفظ کرتی ہے۔ کچھ دل چسپیاں پولیس والوں کی بھی ہیں۔ اوپر کا اثر و رسوخ بھی چلتا ہے" (۱۰)

ہمارا معاشرہ دنیا کو منہ دکھانے کی خاطر اپنی لغزشوں پر پردہ ڈالے رکھتا ہے۔ اس پردے کے پیچھے رسم و رواج، ذات پات اور برادری کی پابندیوں کا رد عمل ہوتا ہے جو کئی قباحتوں اور سنسنی خیز وارداتوں کو جنم دیتا ہے مگر اپنی دنیا کے ان جرائم سے ہم یوں نگاہیں پھیر لیتے ہیں جیسے یہ ہمارے گھر کی نہیں، پڑوسیوں کے گھر کی بات ہو۔

عنایت اللہ نے ناول "بیرے کا جگر" میں ان ہی عوامل کی نشان دہی کی ہے کہ کیسے معاشرے میں یہ لغزشیں اور ہٹ دھرمیاں جرائم کا سبب بنتی ہیں۔ یہ ناول ہمارے معاشرے کی کہانی ہے تمام کردار اسی معاشرے کی پیداوار ہیں۔ اس سلسلے میں عنایت اللہ لکھتے ہیں:

"اس ناول میں آپ کو وہ عوامل اور محرکات دکھائے جا رہے ہیں جو اچھے بھلے بچوں میں مجرمانہ رجحانات پیدا کر دیتے ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو جنت کے پانی کی طرح پاک ہوتا ہے۔ اس کے ذہن کو پراگندگی گھر، مدرسے، معاشرے اور ماحول سے ملتی ہے۔ گھر کی گھٹن، پیار و شفقت سے محرومی اور جذباتی تشنگی گرہ کٹ، اٹھائی گیر، ڈکیت، قاتل، رہزن اور بردہ فروش پیدا کرتی ہے (۱۱)"

اسی طرح پرویز اختر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

"مجھے جیل میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا اور میں نے عادی مجرموں کو قریب سے دیکھا، اُن کی باتیں سُنیں، اُن کی ڈھکی چھپی شخصیتوں کے اندر جھانکا تو مجھے اپنے معاشرے کا صحیح عکس نظر آیا" (۱۲)

جنگی و قاتل نگاری اور عنایت اللہ لازم و ملزوم ہیں۔ جنگ کا لفظ آتے ہی ذہن میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا ہوتی ہے لیکن انسانی زندگی میں اس سے انکار اور فرار ممکن نہیں ہے۔ قوموں کی آزادی، خوش حالی اور تعمیر و ترقی کے تصورات اکثر جنگوں کے اختتام پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جنگ اور امن دو ایسی حقیقتیں ہیں جو صدیوں سے انسانی معاشرے کا لازمی جزو ہیں اور انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ عنایت اللہ نے جب جنگی و قاتل نگاری شروع کی تو خود محاذوں پر گئے۔ جنگی واقعات اور شجاعت کے کارناموں کی تلاش میں چھاؤنی چھاؤنی، شہر شہر، دیہاتی علاقوں، صحرا، پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچنے کے لیے میل ہا میل پیدل سفر کیے اور گرمی سردی برداشت کر کے حقائق بیان کیے اس سلسلے میں عنایت اللہ لکھتے ہیں:

"میں راجھستان سیکٹر میں گیا جو لقمہ و دق صحرا ہے۔ مجھے یاد ہے میں نے نئے شوز خریدے تھے اور جب واپس آیا تو وہ شوز صحرا کی خشک ریت کی وجہ سے پہننے کے قابل نہیں رہے تھے۔ پھر میں لیپا وادی کی پندرہ ہزار فٹ بلند چوٹیوں پر گیا جہاں اپریل گئے پختی لفظ گننے کے آخر میں بڑا ہی خون ریز اور ایمان کو گرما دینے والا معرکہ لڑا گیا تھا" (۱۳)

خیابان بہار ۲۰۲۲ء

عنایت اللہ نے جنگی و قانع نگاری میں پاک فوج کی بہادری، جنگی حکمت عملی اور شہدائی قربانیاں بیان کر کے قومی جذبے کی بہترین انداز میں ترجمانی کی۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں پاکستان کو "شہیدوں کی سر زمین" قرار دیا اور فوجی جوانوں کے کارنامے تحریری صورت میں پیش کیے۔ ملک ساجد اعوان لکھتے ہیں:

"عنایت اللہ پاکستان کا ایک واحد صحافی ہے جس کی قلم سے ہمیشہ پاک فوج سے محبت، تڑپ اور تعریفی کلمات نکلتے ہیں۔ فوجی ہے نا اور ہے بھی مارشل ایریا کا ایک جرأت مند سپوت بڑا باضمیر انسان ہے۔ ایسے صحافی وطن کے ماتھے پر ایک جھومر ہوتے ہیں" (۱۴)۔

تاریخی کہانیاں لکھنے میں عنایت اللہ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تاریخی کہانیوں میں تاریخ غالب رہتی ہے۔ انھوں نے کہانی کی دل چسپی اور سنسنی کے لیے تاریخ کو مسخ نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ نوجوان نسل کو رومانی کہانیوں سے ہٹا کر مجاہدانہ کہانیاں سنائی جائیں تو انھوں نے ناول "ششیر بے نیام" میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی بہادری کے کارنامے و فتوحات اور ناول "اندلس کی ناگن" میں طارق بن زیاد اور ان مجاہدین اسلام کی داستان جنھوں نے اندلس کے ساحل پر صرف فتح یا شہادت کو مد نظر رکھتے ہوئے کشتیاں جلا ڈالی تھیں، کے واقعات قلم بند کیے۔ اسی طرح ناول "اور ایک بت شکن پیدا ہوا" میں سلطان محمود غزنوی کی حیات و فتوحات، جہاد، جاسوسوں کی جذباتی اور واقعاتی داستان پیش کی اور ناول "داستان ایمان فروشوں کی" میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور کی حقیقی کہانیاں اور ایمان افروز واقعات بیان کیے۔ مشاہیر اسلام کے کارناموں کو کہانیوں کی صورت میں پیش کرنے کے بارے میں عنایت اللہ لکھتے ہیں:

"ہمارے دین کے دشمنوں نے ہمارے بچوں کے ذہنوں سے اپنی عسکری روایات کو دھو ڈالنے کے لیے بڑی ہی پرکشش بل کہ طلسماتی ذرائع استعمال کیے ہیں۔ انھوں نے یہ کامیابی فلموں، ڈسکو، پاپ موسیقی اور عریاں لٹریچر کے ذریعے حاصل کی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے نوجوان کس طرح اپنے آباؤ اجداد کے کلچر سے دستبردار ہوئے اور اپنے دین کے دشمن کے کلچر میں رنگے گئے ہیں۔ کردار نہیں رہا، شرم و حجاب نہیں رہا، قومی وقار نہیں رہا" (۱۵)

عنایت اللہ نے رومانی اور جذباتی کہانیوں کی بجائے تاریخی کہانیاں اس لیے لکھیں کہ نوجوان نسل کا ذوق بدلے۔ وہ ابھرتی ہوئی نوجوان نسل کو رومان پسند نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنی دل چسپ تاریخی تحریروں میں آباؤ اجداد

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

کے مجاہدانہ کارنامے پیش کر کے بڑے مؤثر انداز میں اخلاقی اور روحانی حوالے سے رہنمائی کی۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کی تاریخی کہانیوں کو معاشرے میں بڑی پزیرائی ملی۔

اُنھوں نے ایک مشن کے تحت اسلام کی عسکری روایات اور تاریخ کے حقیقی واقعات کو زندہ رکھنے کے لیے بیان کیا تاکہ ان اقدار، کردار اور رویوں کو نوجوان نسل اپنی عملی زندگی میں ڈھال سکیں۔ اُنھوں نے اسے ایک مقدس ورثہ سمجھ کر اُبھرتی ہوئی نوجوان پودے کے سپرد کیا اور وہ اپنی اس جدوجہد میں کافی حد تک کامیاب رہے۔ عنایت اللہ نے اپنی تاریخی کہانیوں میں حقائق پیش کیے۔ اُنھوں نے کہانی کو افسانوی رنگ دیا اور نہ ہی تاریخ کا چہرہ مسخ کیا۔ ان کی اسی احتیاط اور کوشش کی وجہ سے بیان کردہ تاریخی واقعات معتبر مانے جاتے ہیں۔

عنایت اللہ معاشرے میں نوجوانوں کی کردار سازی اور صحت پر بہت زور دیتے تھے۔ اس کے لیے اُنھوں نے شعبہ طب و نفسیات کی بنیاد رکھی تھی۔ ان کے دل میں یہی جذبہ تھا کہ نوجوان نسل کی شخصیت اور کردار کو صحت مند اور پُر وقار بنایا جائے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے اپنی کتاب "نئی زندگی نئی توانائی" میں ماہرین طب و نفسیات کا ہدایت نامہ پیش کر کے بہترین رہنمائی کی جس کی بدولت کئی نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے نفسیاتی اور ذہنی انتشار و خرابیوں سے نجات حاصل کی۔

عام زندگی کے مختلف معاشرتی و نفسیاتی مسائل اور اس جیسے کئی سلسلے بہت جلد پاکستانی صحافت میں رجحان ساز حیثیت اختیار کر گئے۔ یہ حکایت میں شروع کیے جانے والے سلسلوں کی مقبولیت کا اثر تھا کہ معاصر جراند نے اس کی تقلید کی۔ اس حوالے سے عارف محمود لکھتے ہیں: "عنایت اللہ کی کرشمہ ساز اور سحر انگیز شخصیت تھی جس نے گنگلی پتی اور گنگلی پتی کی دہائی میں حکایت کو پاکستان کا مقبول ترین پرچہ بنا دیا" (۱۶)

حکایت میں شائع ہونے والے دلچسپ سلسلے قومی اور ملی لحاظ سے مستقل اہمیت کے حامل تھے۔ ماہنامہ فروخت ہونے کے بعد، اگلے ماہ نیا شمارہ شائع ہوتا اور قارئین کے لیے یہ مشکل تھا کہ اب پرانے جراند تلاش کریں۔ یوں قارئین کے اصرار پر، حکایت میں شائع ہونے والی کہانیاں اور کئی سلسلے کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے حکایت کے دفتر میں ہی "مکتبہ داستان" قائم کر لیا گیا۔

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

اس ادارے سے شائع ہونے والی کتب کا مخصوص گیٹ اپ تھا۔ یہ نسبتاً عام کتب سے چھوٹے سائز میں شائع کی جاتیں، یوں انھیں ساتھ رکھنا اور دوران سفر پڑھنا ممکن تھا۔ اس کے علاوہ، مکتبہ کی کتب کو دیگر ناشرین سے ممتاز کرنے کے لیے اس کے سرورق، مخصوص پیلے رنگ کے گتے پر شائع کیے جاتے، جس پر ہاتھ سے لکھا عنوان اور ایک آرٹ ورک ہوتا۔ یوں کسی بھی دکان پر دور ہی سے قاری ایک نظر میں پہچان سکتا تھا کہ "مکتبہ داستان" کی کتب کہاں پڑی ہیں۔ عوام پسند موضوعات کے باعث، مکتبہ داستان کی شائع کردہ کتابیں، پاکستان اور دوپڑھنے والے وسیع حلقے میں بڑی تعداد میں خریدی جاتیں۔

عنایت اللہ عظیم قلم کار، صاحب طرز ادیب، بے باک اور نڈر صحافی تھے اور صحیح معنوں میں پاکستان کے عاشق تھے۔ ان کے دل میں خلوص، پیار و محبت، جذبہ ایثار پوری قوم، ملک اور ملت کے لیے تھے۔ ایک سچے صحافی کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشرے کے ہر پہلو پر نظر رکھے، حکمرانوں کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرے اور بے خوف و خطر حق سچ لکھے۔ مدح سرائی، لالچ اور انعامات وغیرہ کو کبھی اپنے مقصد پر ترجیح نہ دے۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں نے جو کچھ لکھا اللہ کو راضی کرنے کے لیے لکھا۔ میں کسی حکمران سے نہیں اللہ سے انعام کی توقع رکھتا ہوں۔ آخر میں ہر انسان کو 6x3 فٹ زمین ملنی ہے وہ بھی جس کے نصیب میں ہو" (۱۷)

انھوں نے صحافت کے ذریعے تاریخ، جنگی وقائع نگاری، معاشرے میں جرم و سزا کی صورت حال اور نوجوانوں کے نفسیاتی مسائل کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا۔ انھوں نے ادب اور صحافت میں الگ راہ تلاش کر کے انفرادیت قائم کی اور صحافت کو انڈسٹری کا درجہ دیا۔ ان کی جدت، انفرادیت اور اختراعات کا اعتراف کرتے ہوئے حسین ثاقب لکھتے ہیں:

عنایت اللہ ہی جدید صحافت کا امام اور مجدد تھا" (۱۸)

ان کی واحد غیر صحت بخش عادت مسلسل سگریٹ نوشی تھی۔ اس عادت بد اور مسلسل محنت نے آخر کار بڑھتی عمر کے ساتھ اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ لیکن ان کی افتاد ہی ایسی تھی کہ وہ کبھی صحت کے معمولی مسائل کو خاطر میں نہ لاتے۔ بڑھتی عمر کے باوجود ان کا اصرار تھا کہ وہ اسی معمولات پر کار بند رہیں گے جو تیس برس پہلے، جوانی کے عالم میں اختیار کیے تھے۔ جسم اور اعصاب تھک گئے اور انھیں فالج کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مفلوج حالت میں بھی وہ کئی برس تک بول کر لکھواتے

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

رہے۔ وہ کمزوری اور بیماری کے باعث گینگ گنے نومبر لفظ لفظ لفظ گنے، کو انتقال کر گئے اور اپنے پیچھے تصنیفات اور صحافتی اختراعات کی یادگار چھوڑ گئے۔

ان کی تصانیف میں ایک تیرہ افسانوں پر مشتمل افسانوی مجموعہ "اکھیاں میٹھ کے سپنا سکیا" کے علاوہ آٹھ تاریخی ناول، نو عسکری و جنگی ناول، اور سات معاشرتی ناول شامل ہیں۔ معاشرتی ناول 'طاہرہ' اپنی ہمہ گیر شہرت کے باعث، پاکستان ٹیلی ویژن سے ڈرامے کی صورت میں بھی پیش کیا گیا۔ اس طرح "حکایت" میں شائع ہونے والی معاشرتی کہانیوں کو اکٹھا کر کے ان کے بیس مجموعے شائع ہوئے۔ دیگر متفرق کتب اور تجاریر کے علاوہ، بلاشبہ ایک اہم کتاب ان کی آپ بیتی، "جوانی کے جنگل میں" میں بھی ہے۔

ماہنامہ "حکایت" ایک پرچہ نہیں تھا بلکہ ایک مشن تھا اور اس کا مقصد اہل پاکستان کو ہنود اور یہود کی سازشوں سے خبردار کر کے اس ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ کرنا ہے۔ ان کی یہ علمی یادگار آج بھی شائع ہو رہا ہے، اور ان کی لکھی کتب آج بھی پاکستان کے ہر معتبر کتب فروش کی دکان میں نظر آتی ہیں۔ ان کی ہمہ گیر مقبولیت کا راز بلاشبہ ان کے اس بنیادی فلسفہ کے باعث تھا کہ عوام کے لیے، عوام کی تربیت اور رہنمائی کے لیے، عوامی دلچسپی کے موضوعات پر لکھا جائے، اور موضوع اور زبان دونوں عوام ہی سے ہوں۔ یہی وہ منفرد نسخہ تھا جسے انھوں نے اپنی مسلسل محنت سے حقیقت کا روپ دیا۔ وہ اپنی تحریروں اور صحافتی اختراعات کے باعث تادیر یاد رکھے جائیں گے جس پر اُردو زبان اور مقامی قارئین بھی ہمیشہ نازاں رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ Soherwordi, Syed Hussain Shaheed. "Punjabisation in the British Indian Army 1857–1947 and the Advent of Military Rule in Pakistan." *Edinburgh Papers in South Asian Studies* 24 (2010): 1-2.

۲۔ نغمہ علی، ڈاکٹر، عنایت اللہ کی صاحبزادی، ٹیلی فونک انٹرویو، ۱۸ جولائی، ۲۰۲۰ء

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

۳۔ عارف محمود، ایڈیٹر ماہنامہ "حکایت" لاہور، غیر مطبوعہ مضمون "عنایت اللہ ایک سحر انگیز شخصیت" ۲۸ جولائی ۲۰۲۰ء، ص ۱

۴۔ عبدالقدیر، ڈاکٹر، (ایم بی بی ایس رکن، پینیل انٹرویو) مشمولہ: ماہنامہ "حکایت" شمارہ نمبر 1 ستمبر 1995ء ندیم یونس پرنٹنگ پریس لاہور، ص 22

۵۔ پرویز اختر (تاجر رکن پینیل انٹرویو) مشمولہ: ماہنامہ "حکایت" شمارہ نمبر 1 ستمبر 1995ء ندیم یونس پرنٹنگ پریس لاہور، ص 24

۶۔ ایضاً، ص ۲۴

۷۔ ایضاً، ص ۳۶

۸۔ ملک محمد ساجد گل اعوان، عنایت اللہ مرحوم کی برسی پر چند یادیں، مشمولہ: ماہنامہ "حکایت" شمارہ نمبر ۳ نومبر ۲۰۱۹ء، ندیم یونس پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۷۱

۹۔ ایضاً ص ۷۲

۱۰۔ احمد یار خان، ملاقات اس مکان میں، زاہدہ نوید پرنٹرز لاہور ۲۰۱۰ء ص ۵

۱۱۔ عنایت اللہ، ہیرے کا جگر، زاہدہ نوید پرنٹرز لاہور ۲۰۰۹ء ص ۶

۱۲۔ پرویز اختر، (تاجر رکن، پینیل انٹرویو) ص ۲۴

۱۳۔ مسز مرد قیوم (ہاؤس وانف رکن پینیل انٹرویو) مشمولہ: ماہنامہ "حکایت" شمارہ نمبر ۱ ستمبر ۱۹۹۵ء ندیم یونس پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۲۶

۱۴۔ ملک محمد ساجد گل اعوان، عنایت اللہ مرحوم کی برسی پر چند یادیں، مشمولہ: ماہنامہ حکایت شمارہ نمبر ۳ نومبر ۲۰۱۹ء ص ۷۲

۱۵۔ عنایت اللہ، دوپلوں کی کہانی، جہا تکیر بک ڈپو، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۶ء ص ۵

۱۶۔ عارف محمود، ایڈیٹر ماہنامہ "حکایت" لاہور، غیر مطبوعہ مضمون "عنایت اللہ ایک سحر انگیز شخصیت" ۲۸ جولائی ۲۰۲۰ء ص ۲

۱۷۔ محمد صدیق، "آہ عنایت اللہ" مشمولہ: ماہنامہ "حکایت" شمارہ نمبر ۳ نومبر ۲۰۱۷ء، ندیم یونس پرنٹنگ پریس لاہور، ص ۲۹

نئیابان بہار ۲۰۲۲ء

۱۸۔ حسین ثاقب "عنایت اللہ" مشمولہ ماہنامہ "حکایت" شمارہ نمبر ۳ نومبر ۲۰۱۷ء ندیم پبلس پرنٹنگ پریس لاہور ص ۲۴